اس کتاب میں فاضل مصنف نے اسلام اور اُس کے لائے ہوتے نظامِ حیات کے مختلف گوشوں کا نہایت اچھے انداز میں تعارف پیش کیا ہے۔ اعتقادی مسائل کی تصریح میں انہوں نے یونانی علم کلام اور طرز استدلال کو چھوڑ کر نیا طرز استدلال اختیار کیا ہے۔ یوں تو یہ ساری کتاب کافی دلچسپ ہے لیکن اس کا وہ باب جس میں انہوں نے دین کے جامع تصور پر بحث کی ہے بڑا زوردار ہے۔ البتہ ایک بات اس پوری کتاب میں یہ کھٹکتی ہے کہ فاضل مصنف نے بعض مغربی مفکرین اور اسلام پسند اہل قلم کی پیروی میں قوانین طبعی اور قوانینِ شرعی میں فرق نہیں کیا اور قوانین طبیعی کو اس انداز سے پیش کیا ہے گویا کہ وہ شریعت کے ضابطے ہی ہیں۔

کتاب کا معیار طباعت خاصا اونچا ہے۔ پاکستان میں یہ کس مکتبے سے مل سکتی ہے اس کی کوئی صراحت نہیں کی گئی۔

قصیدہ نعتیہ جن ۔ عمرو الجنی | تشریح و اُردو ترجمہ: مولانا رحمت علی خاں سامی گجراتی۔ شائع کردہ: مکتبہ ظفر ناشر قرآنی قطعات، گجرات۔ صفحات ۸۰۔ قیمت ایک روپیہ پچاس پیسے۔

یہ نعتیہ قصیدہ ایک عمرو الجنی نامی جن کا ہے۔ مترجم اور شارح کو یہ قصیدہ مولانا مفتی محمود الحسن صاحب گنگوہی سے ملا۔ انہیں یہ کہاں سے اور کیسے پہنچا، یہ بات متحقق نہیں ہو سکی۔ بہر حال نعتِ رسول اور عربی زبان و ادب، خصوصاً اس کے قدیم طرز سے محبت رکھنے والے اس میں دلچسپی کا کافی سامان پائیں گے۔ اس قصیدے کی زبان اتنی اَدَق اور مُغلَق ہے کہ مولانا رحمت علی خاں سامی جیسے فاضل ہی اس کا ترجمہ اور تشریح کر سکتے ہیں۔ کتاب کو نہایت خوبصورت انداز میں شائع کیا گیا ہے۔

مکاتیب بہادر یار جنگ | ناشر: بہادر یار جنگ اکادمی، بی اے۔ ۱۴، اے سراج الدولہ روڈ، بہادر آباد، کراچی۔ قیمت دس روپے۔ جلد خصوصی پندرہ روپے۔ صفحات ۶۳۸۔

گذشتہ نصف صدی میں امتِ مُسلمہ کے غم خواروں، بہی خواہوں اور رہنماؤں میں جن چند ہستیوں کے نام ملتے ہیں اُن میں نواب بہادر یار جنگ کا اسم گرامی خاص امتیاز کا حامل ہے۔ نواب صاحب مرحوم نے

ایک نہایت ہی امیر گھرانے میں آنکھیں کھولیں، ناز و نعمت میں پل کر جوان ہوئے مگر اس طبقے کے دیگر افراد کے برعکس حکومت کے ایوانوں میں عزت و ناموری حاصل کرنے کے بجائے عوام کی خدمت کو اپنی زندگی کا شعار بنایا۔ نواب صاحب کے یہ خطوط اُن کی انسانیت دوستی، ملّت کی غم خواری اور اُن کی نیک نفسی، پاکبازی اور سیر چشمی کی جیتی جاگتی تصویریں ہیں۔ بہادر یار جنگ اکادمی نے ان خطوط کی ترتیب و تدوین میں بڑی عرق ریزی کا ثبوت دیا ہے اور انہیں نہایت اونچے طباعتی معیار کے ساتھ شائع کیا ہے۔

(بقیہ اشارات)

افکار کو موقع بے موقع اُچھالا جاتا ہے اور پھر تھوڑی سی اجتماعی قوت فراہم کرکے تشدد کے ذریعہ انقلاب برپا کرنے کی کوششیں کی جاتی ہیں۔ چونکہ ان لوگوں کو عوامی احساسات کا قطعاً کوئی پاس نہیں ہوتا اس لیے یہ مختلف طبقات کی انفرادی اور اجتماعی زندگی کے متعلق عجیب و غریب تجربات کرتے رہتے ہیں اور پھر ان تجربات کو ترغیب و تلقین کے ذریعے نہیں بلکہ قوت کے بل پر نافذ کرتے ہیں۔ ماؤ نے اپنی مختلف تحریروں میں ان دو حقائق کا بڑے کھلے الفاظ میں ذکر کیا ہے

"سوشلسٹ نظام ایک خارجی اصول ہے جو انسان کی مرضی سے آزاد ہے"۔ (تعلیمات ماؤزے تنگ صہ۲)

"انقلاب کسی دعوت میں لوگوں کو مدعو کرنا، کوئی مقالہ لکھنا یا تصویر بنانا یا کشیدہ کاری کرنا تو نہیں ہے۔ یہ کسی طرح بھی شائستہ، خاموش، نرم، بامروت، منضبط اور فیاضانہ طرز عمل کا مظاہرہ نہیں ہو سکتا۔ انقلاب تو ایک ہنگامہ ہے، تشدد کا ایک فعل ہے جس کے ذریعے ایک گروہ دوسرے گروہ کا تختہ الٹ دیتا ہے۔ تشدد کے بعض کام جنہیں (ہونان میں کسان تحریک کے متعلق ایک تحقیقی رپورٹ میں) زیادتی سے تعبیر کیا گیا ہے وہ اس قوت کا مظہر ہے